بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱)

مسئلہ تملیک زکوٰۃ

آج کل مدارس اسلامیہ عربیہ عوامی چندوں سے چلتے ہیں اور ان چندوں کا بیشتر حصہ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ پر مشتمل ہوتا ہے جن کے مصارف محدود ہوتے ہیں۔ نظام مدارس چلانے کیلئے حیلۂ تملیک سے کام لینا پڑتا ہے مہتمین مدارس جہاں اشاعت و حفاظت علوم کا اہم ترین فریضہ انجام دے رہے ہیں وہاں مالداروں کے ادائیگی زکوٰۃ، تلاش مصارف اور ان مصارف میں صحیح طور پر زکوٰۃ ادا کرنے کا بوجھ بھی اپنے کندھوں پر لئے ہوئے ہیں، زکوٰۃ کی صحیح ادائیگی کے لئے اور مدارس کے تمام مصارف پورے کرنے کیلئے مندرجہ ذیل مسائل کی تحقیق کی ضرورت ہے۔

۱۔ حیلۂ تملیک کی ضرورت
۲۔ تملیک کی صورتیں اور ہر صورت کے منافع و مفاسد
۳۔ مختلف صورتوں میں سے احوط صورت

[حیلۂ تملیک کی ضرورت]

حیلۂ تملیک کی ضرورت دو وجہ سے پیش آتی ہے

ضرورت نمبر ۱ = زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کی آمدہ رقوم رفتہ رفتہ خرچ ہوتی ہیں ان رقوم کے خرچ ہونے سے پہلے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ صدقات واجبہ کی رقم معطی کی ملک سے نکل جائے۔ اگر زکوٰۃ مدرسہ میں جمع ہونے کے باوجود معطی کی ملک رہے تو اس میں یہ نقصانات ہیں

ا: مال زکوٰۃ خرچ کرنے سے پہلے معطی کو اپنی رقم واپس طلب کرنے کا حق ہوگا ظاہر ہے کہ رسید کاٹنے کے بعد مال واپس کرنے میں مشکلات ہیں

ب۔ مدرسہ میں آئی ہوئی زکوٰۃ خرچ کرنے سے پہلے مالک مرجائے تو اس مال میں وراثت جاری ہوگی اور بالغ ورثاء کی رضامندی کے بغیر مال مصارف مدرسہ میں خرچ کرنا جائز نہیں ہوگا اگر ورثاء نابالغ ہوں یا بالغ ورثاء مصارف مدرسہ میں خرچ کرنے پر رضامند نہ ہوں تو رقم واپس کرنی ہوگی اس میں یہ مشکل ہے کہ اولاً مہتمم صاحب کو بسا اوقات معطی کے مرنے کا علم نہیں ہوگا۔ اور اگر معطی کی موت کا علم ہو گیا تو ورثاء کی تلاش میں دقتیں ہوں گی۔ نیز مخلوط مال سے اسکی بقایا رقم کا حساب لگانا مشکل ہوگا

ج۔ مدرسہ میں آیا ہوا مال زکوٰۃ اگر معطی کی ملک رہنے تو ایک سال تک مال زکوٰۃ موجود رہنے کی صورت میں اس مال کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ عدم علم کی وجہ سے یہ زکوٰۃ نہ مالک ادا کر لیگا اور نہ عدم توکیل کی وجہ سے اہل مدرسہ ادا کر سکیں گے۔

د۔ مختلف اشخاص کے اموال زکوٰۃ کو مالک کی صریح یا دلالۃً اذن کے بغیر

مسئلہ تملیک زکوٰۃ سے متعلق کوفیصلہ فتویٰ،

عنوان | نام مستفتی | تاریخ نقل فتاویٰ | فتویٰ نمبر مع رجسٹر نمبر

۱/۱۸ | ۹/۲۱۲

۱۹۸۶

فتویٰ نمبر مع رجسٹر نمبر	تاریخ نقل فتویٰ		عنوان

خلط کرنا جائز نہیں

حضرت مولانا مفتی عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ امداد الاحکام میں فرماتے ہیں
دو رقوم کا خلط کرنا جائز نہیں بلکہ خود زکوٰۃ کی رقمیں جو کئی شخصوں کی ہوں ان کو
یکجا مخلوط کر دینا جائز نہیں ہے اور خلط کی صورت میں وکیل ضامن ہو جاتا ہے اور
وکالت ختم ہو چکی۔ لہٰذا جب تک جمع ہو چکا یا دوبارہ ادا کا امر دوبارہ نہ پایا جائے اس وقت
تک ادا کرنا کافی نہیں ہے البتہ اگر خلط عام طور پر مروج ہو اور دافع کو بھی اس کا علم
ہو تو پھر خلط اور بعد خلط ادا کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ بشرطیکہ رقوم زکوٰۃ ہی کو
باہم مخلوط کیا جائے غیر زکوٰۃ کی رقوم زکوٰۃ کی رقوم سے مخلوط نہ ہوں کہ اس کی گنجائش نہیں"
(امداد الاحکام جلد ۲ ص ۹۳)

عام طور پر مدارس میں ہر شخص کے اموال زکوٰۃ کو الگ الگ نہیں رکھا جاتا ہے
اور معطین بھی جانتے ہیں کہ ہمارے اموال زکوٰۃ خرچ ہونے سے پہلے مخلوط ہوں گے
خصوصاً جبکہ مدارس کی رقوم بینک میں جمع کرانے کا رواج ہے اس لیے مدارس
میں آنے والے اموال زکوٰۃ کو مخلوط کرنا تو جائز ہوگا البتہ مذکورہ تصریح کے مطابق
اموال زکوٰۃ کو غیر زکوٰۃ سے مخلوط کرنا جائز نہیں ہوگا اس لیے اس مشکل سے
بچنے کی صورت یہی ہے کہ زکوٰۃ کی رقوم کی بینک میں جمع ہونے سے پہلے تملیک ہو جائے
نیز بعض لوگ مختلف شخصیات پر اعتماد کرتے ہوئے ان کو اپنی زکوٰۃ کی رقوم
دے دیتے ہیں کہ ان کو مناسب مصارف میں خرچ کر دیں یا مہتمم صاحب پر اعتماد کرتے
ہوئے بعض لوگ اپنی اپنی رقوم اس لیے دے دیتے ہیں کہ قواعد مدرسہ سے
ہٹ کر اپنی صوابدید سے خرچ کر دیں یہاں چونکہ رقوم مخلوط کرنے کی دلالۃً بھی اذن نہیں
ہوتی اس لیے ہر شخص کی رقم الگ رکھیں یا فوراً تملیک کرائیں، بلا تملیک ان رقوم
کو مخلوط کرنا جائز نہیں ہوگا

ھ - جب تک مال معطی کی ملک رہے گا اس کو خرچ کرنے کے سلسلہ میں مداخلت
کا حق ہوگا اور بار بار اہل مدرسہ کو رائے دے سکے گا کہ فلاں جگہ خرچ کرو
اور فلاں جگہ خرچ نہ کرو اور بیرونی شخص کی مدرسہ کے جزوی امور میں مداخلت اچھی بات
نہیں۔

<u>حیلۂ تملیک کی ضرورت نمبر ۲</u>: حیلۂ تملیک کی ضرورت اس لیے بھی پیش آتی
ہے کہ بعض مصارف زکوٰۃ میں خرچ کرنے کیلئے رقم نہیں ہوتی زکوٰۃ کی رقم حیلۂ تملیک کے ذریعہ
خرچ کرکے ضروریات پوری کی جاتی ہیں اس مقصد کو پورا کرنے کیلئے ایسے عبار
حیلۂ تملیک اختیار کرنا چاہیے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی خلجان نہ رہے
مسلہ ذیل میں دونوں قسم کی ضرورت تملیک سے الگ الگ بحث کی جائے گی

[تملیک کی ضرورت نمبر ۱ کا حل]

[مہتمم معطین زکوٰۃ کا امین و وکیل ہے یا بحکم عامل؟]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب تک کے تعامل امت سے
یہ بات سمجھ آتی ہے کہ حکومت کے مقرر کردہ عاملین ... کے زکوٰۃ وصول کرتے تھے

رجسٹر نقل فتاویٰ جامعہ دار العلوم کراچی

تاریخ نقل فتاویٰ | نام مستفتی

مال زکوٰۃ معطی کی ملک سے نکل جاتا ہے (اگر حکام کی یہ ذمہ داری پھر بھی رہتی ہے کہ زکوٰۃ کو ان کے
مصارف میں ہی خرچ کریں) کیونکہ مختلف مالکان کے مال زکوٰۃ کو الگ الگ رکھنے اور قبل الصرف
مالک کی موت کی صورت میں مال ورثاء کو لوٹانے کا رواج نہیں تھا مہتمم مدرسہ معطیین زکوٰۃ
کا وکیل بالصرف اور امین محض ہے یا حکومت اسلامیہ کے مقرر کردہ عاملین زکوٰۃ کے حکم میں ہے؟
اگر پہلی صورت ہے تو مدرسہ میں رقم جمع کرنے سے معطیین کی ملک سے نہیں نکلے گی اور وہ
تمام مشکلات پیش آئیں گی جو اوپر مذکور ہوئیں اور اگر عاملین کے حکم میں ہے تو مہتمم یا اس
کے کسی کارندے کے وصول کرنے سے مال زکوٰۃ معطی کی ملک سے نکل جائے گا اور مذکورہ
بالا مشکلات میں سے بیشتر مشکلات پیش نہیں آئیں گی۔ البتہ مصارف زکوٰۃ میں
خرچ کرنے کی اہم ترین ذمہ داری باقی رہے گی۔ حضرت حکیم الامت مجدد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت مولانا مفتی سید عبد الکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الاسلام مولانا
ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہی تھی کہ مہتمم عاملین کے حکم میں نہیں امین محض ہے۔
امداد الاحکام میں حضرت مولانا مفتی عبد الکریم صاحب رح کا فتوی ہے جس میں مدارس
کے مالی امور پر سوالات کے جوابات ہیں اور مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق ہے

اس فتوی کے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں:

"مدرسہ میں غیر زکوٰۃ کی رقم داخل کرنے سے تو مدرسہ کی ملک ہو جاتی ہے پس
اس کو قواعد مدرسہ کے مطابق ہی صرف کیا جائے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور زکوٰۃ کی
رقم مدرسہ میں داخل کرنے سے گو ملک مدرسہ نہیں ہوتی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" (امداد الاحکام صفحہ ۹۰ ج۲)

"چونکہ زکوٰۃ کی رقم صرف ہونے سے پہلے پہلے معطی کی ملک ہے لہٰذا اس کو
یہ حق حاصل ہے کہ کسی خاص شخص کو دینے سے منع کر دے" (امداد الاحکام ج۲ صفحہ ۹۱)

ابو حنیفہ وقت امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور فقیہ النفس
حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی یہ ہے کہ مہتمم حکومت اسلامیہ
کے مقرر کردہ عاملین کے حکم میں ہے
مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے
اپنے رسالہ "[illegible] اماطة التشكيك في اناطة الزكوة بالتمليك" میں
حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ والا موقف اختیار کیا تھا بعد میں حضرت مفتی صاحب نے رجوع
فرما کر حضرت گنگوہی و حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ والا موقف اختیار فرما لیا تھا۔ حضرت
مفتی صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سہارنپوری سے
مکاتبت کے بعد حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے مطمئن ہو گئے تھے[1]

---

[1] اس پر اشکال ہے کہ جب حضرت تھانوی حضرت سہارنپوری کی رائے سے متفق ہو گئے
تھے تو پھر امداد الاحکام میں دوسری رائے کیسے آ گئی جیسا کہ مذکورہ حوالوں سے
واضح ہے جبکہ حضرت تھانوی اور حضرت سہارنپوری کی مکاتبت سنہ ۱۳۲۵ ہجری کی ہے
اور امداد الاحکام کا وہ فتوی جس میں ہے کہ مال زکوٰۃ مدرسہ کی ملک نہیں ہوتا سنہ ۱۳۲۸ھ
کا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ۱۰ رمضان سنہ ۱۳۲۵ ہجری تک امداد الاحکام

رجسٹر نقل فتاویٰ جامعہ دارالعلوم کراچی

عنوان	تبویب	مضمون سوال وجواب	نام وپتہ مستفتی	تاریخ نقل فتاویٰ	فتویٰ نمبر مع رجسٹر نمبر

کے تمام فتاویٰ حضرت تھانویؒ نے بالالتزام ملاحظہ فرمائے ہیں۔ اس کے بعد کے فتاویٰ بالالتزام حضرت نے ملاحظہ نہیں فرمائے بعض فتاویٰ جو حضرت کی نظر سے گذرے ہیں ان پر حضرت نے دستخط فرمائے ہیں (امداد الاحکام ج۲ ص ۲۳۸) اور یہ فتویٰ رمضان سنہ ۱۳۴۸ ہجری کا ہے اور اس پر حضرت کے دستخط نہیں ہیں اس سے واضح ہوا کہ یہ فتویٰ حضرت تھانویؒ نے ملاحظہ نہیں فرمایا

رمضان سنہ ۱۳۴۸ ہجری کے بعد کے فتاویٰ کے بارے میں حضرت مفتی عبدالکریم صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ

"البتہ کوئی جواب حضرت مدظلہ کی تحقیق کے خلاف نہیں لکھا جاتا"

حضرت مفتی عبدالکریم صاحب کی رائے میں حضرت تھانویؒ کی رائے امداد الاحکام کے جواب کے مطابق تھی اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی رائے یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ حضرت سہارنپوریؒ کی رائے سے متفق ہو گئے تھے تو گویا حضرت تھانویؒ کی اس مسئلہ میں آخری رائے سمجھنے میں دونوں حضرات کی آراء مختلف ہو گئیں

ولفظہ

"تملیکِ زکوٰۃ کے مسئلہ سے متعلق میرا رسالہ جو سنہ ۱۳۶۱ھ میں لکھا گیا تھا .... اس میں مہتممین مدرسہ کا حکم عاملین صدقہ کے حکم سے مختلف اسی شبہ کی بنا پر لکھا گیا تھا جو خود سیدی حضرت حکیم الامت نے پیش فرمایا تھا لیکن جب اس شبہ کو خود حضرت نے راس الفقہاء حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش فرمایا اور حضرت موصوف نے اس کا جواب تحریر فرمایا تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا وہ شبہ رفع ہو گیا اور وہ اسی حکم پر مطمئن ہو گئے جو حضرت ممدوح نے لکھا تھا"

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج۲ ص ۱۰۸)

حضرت گنگوہیؒ حضرت سہارنپوریؒ حضرت تھانویؒ اور حضرت مفتی اعظم پاکستان کی ان تصریحات کے بعد راجح یہ ہے کہ مہتمم عاملین صدقہ کے حکم میں ہے مہتمم یا اس کے کارندے کے وصول کرنے سے مال مالک کی ملکیت سے نکل جائے گا مالک کی ملکیت سے نکالنے کیلئے تملیک کی ضرورت نہیں رہے گی۔

جن حضرات کے نزدیک مہتمم عاملین کے حکم میں نہیں ہے ان کے نزدیک مہتمم صرف معطین کا وکیل بالاداء فی المصارف المخصوصہ ہے اور جو حضرات مہتمم کو عاملین کے حکم میں مانتے ہیں ان کے نزدیک مہتمم کا وصول کرنا فقراء کا وصول کرنا ہی ہے۔ اس لئے مہتمم یا اس کے کارندے کے وصول کرنے سے ہی مال زکوٰۃ معطین کی ملک سے نکل جائے گا۔

ایک وضاحت | مہتمم بحیثیت مہتمم متعین طلباء کی طرف سے صریح توکیل کے بغیر مجہول الذوات والکمیت طلباء کا وکیل ہے اس لئے مدرسہ کے متعین طلباء مہتمم

عنوان	تبویب	مضمون سوال وجواب	نام وپتہ مستفتی	تاریخ نقل فتاویٰ	فتویٰ نمبر رجسٹر نمبر

کے مال زکوۃ قبول کرنے سے مالک نہیں ہوں گے اور طلباء کو مالک بنانے اور تصرف کا حق
نہیں ہوگا بلکہ یہ مال نوع فقراء کا حق ہوگا اور مہتمم کو ان فقراء پر قواعد مدرسہ
کے مطابق خرچ کرنے کا صوابدیدی اختیار ہوگا

زکوۃ کی ادائیگی کیلئے متعین فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے مہتمم
کے وصول کرنے سے مال مالک کی ملکیت سے تو نکل گیا لیکن تملیک کا فریضہ ابھی باقی ہے
فقراء ابھی مالک نہیں ہے بلکہ فقراء کی ایک نوع اس مال کی مستحق ہوئی ہے
مہتمم کے پاس مال آنے سے پہلے تملیک کا فریضہ مالک پر تھا مہتمم کے پاس
مال زکوۃ آنے کے بعد تملیک کی ذمہ داری مہتمم کی طرف لوٹ آئی اس لئے مہتمم
ان اموال کو غیر مصارف میں خرچ نہیں کرسکتا

ـے جن حضرات نے مجہول الذوات طلباء کو مالک بنایا ہے ان کا
مقصد بھی یہی ہے۔

(٦)

[مہتمم کے عاملین صدقہ کے حکم میں ہونے کے نتائج :]

جب مہتمم کو عاملین صدقہ کے حکم میں مانا تو مہتمم صاحب کے زکوۃ وصول کرنے سے مال زکوۃ
مالک کی ملک سے نکل جائے گا۔ مالک کے مرنے کی صورت میں وراثت جاری نہیں ہوگی
سال گزرنے کے بعد مالک کے ذمہ اس مال کی زکوۃ فرض نہیں ہوگی اور مہتمم صاحب کو
مال زکوۃ دینے کے بعد معطی کو بحیثیت مالک ہونے کے مال سے متعلق احکامات
دینے کا حق نہیں ہوگا۔ نیز مختلف مالکوں کے اموال زکوۃ چونکہ مدرسہ کی ملک ہوگئے ہیں
اس لئے مختلف اموال زکوۃ کو خلط کرنا جائز ہوگا۔ البتہ اموال زکوۃ کو دوسرے اموال کے ساتھ
خلط کرنے کے جواز کیلئے صرف مالک کی ملکیت سے نکلنا کافی نہیں ہے کیونکہ مالک کی ملک سے
نکلنے کے باوجود مخصوص مصارف میں خرچ کرنا ضروری ہے

فتویٰ

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ

تبویب	عنوان	فتویٰ نمبر مع رجسٹر نمبر

حضرت مفتی اعظم پاکستان کا فتویٰ یہ تھا کہ مہتمم عاملین صدقات کے حکم میں ہیں، بعد میں ایک سوال کے جواب میں حضرت نے رجوع فرمالیا تھا۔ وہ سوال وجواب یہاں نقل کیا جاتا ہے اس کے ضمن میں حضرت گنگوہی اور حضرت سہارنپوری کے فتاویٰ بھی آگئے ہیں

السوال: آں محترم نے اپنے رسالہ "اساطۃ التشکیک فی انامۃ الزکوٰۃ بالتملیک" میں مہتممین مدارس کو عاملین صدقہ کے حکم میں قرار نہیں دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مہتممین کے وصول کرنے سے اصحاب اموال کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی جب تک کہ وہ مستحقین زکوٰۃ پر خرچ نہ کردیں۔ چنانچہ امداد المفتین ص ۳۲۳ کتاب الزکوٰۃ پر تحریر ہے "اب اگر کہا جائے کہ مہتممین مدرسہ بھی مثل عاملین صدقہ کے وکیل فقراء ہیں۔

یعنی وکیل طلباء ہیں تو اول یہ قیاس صحیح نہیں کیونکہ یہاں نہ تو طلبہ کی طرف سے کوئی معاملہ وکالت کا کیا گیا ہے اور اگر کیا بھی جائے تو وہ معدود و محدود طلبہ کی طرف سے ہوگا جو ان کے چلے جانے کے بعد ختم ہوجائے گا پھر از سر نو دوسرے طلبہ سے معاملہ کرنا ہوگا جو ظاہر ہے کہ نہ کہیں ہوتا ہے۔ نہ عادۃً ہوسکتا ہے کیونکہ طلبہ ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں اور نہ مہتمم مدرسہ کو ولایت عامہ خود حاصل ہے اور نہ وہ کسی امیر المؤمنین صاحب ولایت عامہ کی طرف سے مامور ہے جس کی بنا پر اس کو شرعی طور پر وکیل فقراء قرار دیا جائے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مہتمم مدرسہ اور اس کے سفراء سب اصحاب اموال کے وکیل ہیں جب تک مال ان کی تحویل میں رہے گا وہ ایسا ہی ہوگا جیسے خود مالک کے پاس رہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی اس وقت ہوگی جب کہ یہ حضرات اس کو مصرف زکوٰۃ میں صرف کردیں بلکہ فقہاء نے اس کی بھی تصریح فرمائی ہے کہ والی عامۃ امیر المؤمنین اور اس کے عمال کو بھی ہر حال اور ہر مال میں سے صدقات وصول کرنے کا حق نہیں بلکہ صرف ان اموال ظاہرہ میں جن کے تحفظ کی ذمہ داری عمال حکومت پر ہوتی ہے اور وہ بھی صرف اس وقت تک کہ عمال حکومت اپنی اس ذمہ داری کو پورا کرسکیں اور اگر کسی وقت حکومت اسلامیہ ان کی حفاظت کی ذمہ داری نہ کرسکیں تو اس کو صدقات اموال ظاہرہ بھی وصول کرنے کا حق نہیں رہتا۔

روایات ذیل اس پر شاہد ہیں۔

وفی المبسوط وثبوت حق الاخذ باعتبار الحاجۃ الی الحمایۃ۔ وفی الدر المختار ان شرط العاشر هو حر مسلم غیر ہاشمی قادر علی الحمایۃ من اللصوص والقطاع لان الجبایۃ بالحمایۃ (شامی ص۵۲ ج۲)

رجسٹر نقل فتاوی جامعہ دار العلوم کراچی

عنوان	تبویب	مضمون سوال وجواب	نام وپتہ مستفتی	تاریخ نقل فتاوی	فتوی نمبر مع رجسٹر نمبر

وقال الشامی قبل ذلک ویظهر لی ان اهل الحساب لو غلبوا علی بلدة من بلاد ناکذلک وای یدعی المالک بنفسه ولاحق للسلطان فیه لتغلیب اهل المسئلة بان الامام لم یحمهم والجبایة بالحمایة (شامی ص۳۳ ج ۲)

اس لئے مہتمم مدارس کو کسی طرح وکیل فقراء مثل امیر المؤمنین یا عاملین صدقہ کے قرار نہیں دیا جاسکتا۔"

جبکہ حضرت تھانوی کی مکاتبت، چند مسائل میں حضرت مولانا خلیل احمد سے ہوئی یہ مکاتبت فتاوی امدادیہ طبع قدیم مجتبائی ہند کے ج چہارم ص۱۲۷ سے ص ۱۳۶ اور طبع جدید امداد الفتاوی کی ج ۲ مشتمل ص ۲۶۸ تا ص ۲۷۷ پر بعنوان "بعضے از تحریرات سیدنا ومولانا خلیل احمد صاحب، دامت برکاتہم۔ کہ در جواب سوالات صاحب فتاوی صدور یافتہ بمناسبۃ مقام در آخر ملحق کردہ شد" مذکور ہے۔ ان صفحات میں اس مسئلہ سے متعلق عبارات متفرق ہیں۔ تتمیمہ خوان خلیل صفحہ ۱۸ پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، دامت برکاتہم نے ان متفرق عبارات کو یکجا ذکر کردیا ہے جن کی پوری تفصیل یہ ہے۔

"مدرسہ میں جو روپیہ آتا ہے اگر یہ وقف ہے تو لیتاریخین کے ساتھ انتفاع کہاں ہے۔ اور اگر یہ ملک معطی کا ہے تو اس کے مرجانے کے بعد واپسی ورثہ کی طرف واجب ہے۔

الجواب۔ عاجز کے نزدیک مدارس کا روپیہ وقف نہیں مگر اہل مدرسہ مثل عمال بیت المال معطیین اور آخذین کی طرف سے وکیل ہیں۔ لہذا اس میں نہ زکوٰۃ واجب ہوگی اور نہ معطیین واپس لے سکتے ہیں۔

مکرر سوال: حضرت مخدومنا! ادام اللہ ظلال فیوضہم علینا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ شفا نامہ مزیل مرض ہوا لیکن اساس شبہ ہنوز قطع نہیں ہوئی۔ (اس کے بعد پہلا نمبر تو معجزات کے متعلق ہے اور دوسرا نمبر یہ ہے) عمال بیت المال منصوب من السلطان ہیں اور سلطان کی ولایت عامہ ہے اس لئے وہ سب کا وکیل بن سکتا ہے اور مقیس میں ولایت عامہ نہیں ہے۔ اس لئے آخذ کا وکیل کیسے بنے گا کیونکہ نہ توکیل صریح ہے اور نہ دلالتاً ہے اور مقیس علیہ میں دلالتاً ہے کہ سب اس کے زیر طاعت ہیں اور وہ واجب الاطاعت ہے۔

الجواب:۔ سیدی ادام اللہ فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بندہ کے خیال میں سلطان میں دو وصف ہیں ایک حکومت جس کا ثمرہ تنفید حدود وقصاص دوسرا انتظام حقوق عامہ امر اول میں کوئی اس کا قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ امر ثانی میں اہل حل وعقد کی رائے ومشورہ کے ساتھ نصب سلطان وابستہ ہے جو باب انتظام سے ہے لہذا ایسی انتظام مدارس جو برضاء ملاک طلبہ ابناء دین کیلئے کیا گیا ہے بالاولیٰ معتبر ہوگا۔ ذرا غور فرمائیں انتظام جمعہ کے لئے عامہ کا نصب امام معتبر ہونا ہی جزئیات میں اس کی نظیر شاید ہوسکے۔ والسلام خلیل احمد عفی عنہ ۵ رجب ۱۳۲۵ھ"

اسی طرح کا ایک سوال کسی نے حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ سرہ سے کیا تھا۔ اس کا جواب حضرت گنگوہی نے مرحمت فرمایا تھا جس کا ذکر تذکرۃ الرشید حصہ اول ص۱۶۲ پر مرقوم ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

رجسٹر نقل فتاویٰ جامعہ دارالعلوم کراچی

فتویٰ نمبر مع رجسٹر نمبر	تاریخ نقل فتاویٰ	نام وپتہ مستفتی		تبویب
			مضمون: ۱۰، سوال: ۱۱، جواب: ۲۰	

"شبہ - مدرسہ میں جو چندہ وغیرہ کا روپیہ آتا ہے وہ وقف ہے یا مملوک، اگر وقف ہے تو ابدال میں واجب ہے اور صرف بالاصالۃ ناجائز - اگر مملوک ہے اور مہتمم صرف وکیل تو معطی چندہ اگر مرجائے تو غرباء و ورثاء کا حق ہے اس کی تفتیش وکیل کو واجب ہے زمانہ شارع علیہ السلام وخلفاء میں جو بیت المال تھا اس میں بھی یہ اشکال جاری ہے بہت سوچا مگر قواعد شرعیہ سے حل نہ ہوا اور حقوقات چندوں کو خلط کرنا استہلاک ہونا چاہیئے اور مہتمم ہلاک مالک ہے کہ ہلاک ہو کر جو صرف کیا جائے اس کا تبرع ہوگا اور مالکوں کا ضامن ہوگا اگر یہ ہے تو اہل مدرسہ یا اہل انجمن کو سخت دقت ہے امید کہ جواب باصواب سے تشفی فرمادیں -

الجواب :- (از حضرت قطب عالم) مہتمم مدرسہ کا قبضہ دنائب جملہ طلبہ جیسا امیر نائب جملہ عالم کا ہوتا ہے، پس جو شئی کسی نے مہتمم کو دی مہتمم کا قبضہ خود طلبہ کا قبضہ ہے اس کے قبضہ سے ملک معطی سے نکلا اور ملک طالبہ کا ہوگیا اگرچہ وہ مجہول الکمیت والذوات ہوں مگر نائب معین ہے پس بعد قبضہ مہتمم، وکیل معطی کا نہیں ہوسکتا ہے، بہرحال نہ یہ وقف مال ہے اور نہ ملک ورثہ معطی کی ہوگی اور نہ خود معطی کی ملک رہے (واللہ تعالیٰ اعلم)

(تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۱۶۴، ۱۶۵ مطبوعہ ساڈھورہ وضمیمہ خوان خلیل ص ۲۹، ۳۰)"

امداد المفتین میں چھپے ہوئے رسالہ "اماطۃ التشکیک فی اناطۃ الزکوٰۃ بالتملیک" میں مہتمان مدارس کو عاملین صدقہ کے حکم میں نہیں رکھا گیا بلکہ معطیین چندہ کا وکیل قرار دیا گیا ہے - حضرت گنگوہی اور دوسرے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کے مذکورالصدر فتاویٰ کے بعد اب آپ کی تحقیق اس معاملہ میں کیا ہے؟ اس کی توضیح کی ضرورت ہے -

"بینوا توجروا"

السائل :- العبد امین اشرف عفااللہ عنہ

الجواب :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ وکفی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ - امابعد! تملیک زکوٰۃ کے مسئلہ سے متعلق میرا رسالہ جو سن ۱۳۶۱ ہجری میں لکھا گیا تھا اور امداد المفتین کا جزو بن کر بار بار شائع ہوا - اس میں مہتممین مدرسہ کا حکم عاملین صدقہ کے حکم سے متفاوت اسی شبہ کی بناء پر لکھا گیا تھا جو خود سیدی حضرت حکیم الامت رحمہ نے پیش فرمایا لیکن جب اس شبہ کو خود حضرت نے راس الفقہاء حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے سامنے پیش فرمایا اور حضرت موصوف نے اس کا جواب تحریر فرمایا تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا وہ شبہ رفع ہوگیا اور وہ اسی حکم پر مطمئن ہوگئے جو حضرت ممدوح نے لکھا تھا - یعنی آجکل کے مہتممین مدرسہ اور ان کے مقرر کردہ چندہ وصول کرنے والے عاملین صدقہ کے حکم میں داخل ہوکر فقراء کے وکیل ہیں، معطیین چندہ کی وکالت صرف اس درجہ میں ہے کہ انہوں نے ان حضرات کو وکیل فقراء تسلیم کرکے اپنا چندہ ان کے حوالے کردیا تو جب بحیثیت وکیل فقراء رقم ان کے قبضہ میں چلی گئی تو وہ فقراء کی ملک ہوگئی، اور زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہوگئی - بات تو اتنے ہی سے صاف ہوگئی تھی لیکن اس کی مزید تائید و توثیق ابوحنیفہ وقت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے اس فتویٰ سے ہوگئی جو تذکرۃ الرشید میں مولانا صادق الیقین صاحب رح کے ایک سوال کے جواب میں لکھا گیا - جس میں اس کی تصریح ہے کہ اگرچہ یہ طلباء وفقراء مجہول الکمیت والذوات ہیں اس کے باوجود ان کی وکالت مہتممان مدرسہ کیلئے عرفی طور پر ثابت ہوگئی اور ان کا قبضہ فقراء کا قبضہ ہوگیا -

رجسٹر نقل فتاوی جامعہ دارالعلوم کراچی

عنوان	تبویب	مضمون سوال وجواب	نام وپتہ مستفتی

حضرت گنگوہی کے اس مدلل فتویٰ اور حضرت مولانا خلیل احمد قدس اللہ سرہ کی تحقیق اور اس پر حضرت حکیم الامت کی تسلیم و تصدیق کے بعد مسئلہ میں تو کوئی اشکال نہیں رہا تاہم احقر نے جب پاکستان آنے کے بعد کراچی میں دارالعلوم قائم کیا۔ تو احتیاطاً یہ صورت اختیار کی کہ جن طلبہ کو دارالعلوم میں داخلہ دیا جاتا ہے ان کے داخلہ فارم پر یہ توکیل کا مضمون ہر طالب علم کی طرف سے برائے مہتمم مدرسہ یا جن کو وہ مامور کریں لکھ دیا گیا ہے اور ہر داخل ہونے والا طالب علم باقاعدہ مہتمم مدرسہ کو اپنی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے کا بھی وکیل بناتا ہے اور تمام فقراء کی ضروریات پر خرچ کرنے کا بھی۔ اس طرح مہتمم مدرسہ ہر سال داخل ہونے والے متعین طلباء کا وکیل ہو ہے اور ان کی طرف سے تمام مصارف طلباء پر خرچ کرنے کا مجاز۔ اس طرح مجہول الکمیت والذات ہونے کا شبہ بھی باقی نہیں رہتا۔ اس لئے میں امداد المفتین میں اس مسئلہ سے متعلق شائع شدہ عبارت سے رجوع کر کے اسی فیصلہ کو تسلیم کرتا ہوں جو فیصلہ ان سب اکابر کا ہے۔ یعنی موجودہ زمانے کے مہتممان مدارس یا ان کے مامور کردہ حضرات جو چندہ یا زکوٰۃ وصول کرتے ہیں وہ بحیثیت وکیل فقراء کے وصول ہوتی ہے اور ان کے قبضہ میں پہنچتے ہی معطین زکوٰۃ کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔

ضروری تنبیہ:— اس تحقیق میں مہتممان مدارس کے لئے ایک تو آسانی ہو گئی۔ کہ ان کو ہر ایک شخص کا مال زکوٰۃ اور اس کا حساب الگ الگ رکھنے کی ضرورت نہیں رہی اور قبل از خرچ معطی چندہ کا انتقال ہو جائے تو اس کے وارثوں کو واپس کرنے کی ضرورت نہ رہی، معطیان چندہ کو بھی یہ فائدہ پہنچا کہ ان کی زکوٰۃ فوری طور پر ادا ہو گئی لیکن مہتممان مدارس کی گردن پر آخرت کا ایک بڑا بوجھ آپڑا کہ وہ ہزاروں فقراء کے وکیل ہیں جن کے نام اور پتے محفوظ اور یاد رکھنا بھی آسان نہیں کہ خدانخواستہ اگر اس مال کے خرچ کرنے میں کوئی غلطی ہو جائے تو ان سے معافی مانگی جا سکے۔ اسلئے اگر مہتممان مدارس نے فقراء طلباء کی ضروریات کے علاوہ کسی کام میں اس مال کو خرچ کیا تو وہ ایسا ناقابل معافی جرم ہوگا جس کی تلافی ان کے قبضہ میں نہیں۔ اسی لئے ان سب حضرات پر لازم ہے کہ مدارس کے چندہ کی رقم کو بڑی احتیاط کے ساتھ صرف ان ضروریات پر خرچ کیا جائے جن کا تعلق فقراء و طلباء سے ہے مثلاً ان کا طعام و لباس دوا و علاج ان کی رہائشی ضروریات، ان کیلئے کتابوں کی خریداری وغیرہ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ
دارالعلوم کراچی ۱۴ ، ۷ ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ

جبکہ اس سے صرف تین ہفتہ قبل احقر ایک خطرناک قلبی مرض میں مبتلا ہو کر دو ہفتہ ہسپتال میں رہ کر آیا ہے۔ فللہ الحمد اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً۔

از:—
فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ہفتم ص ۱۰۸۱ تا ص ۱۱۸۶

رجسٹر نقل فتاویٰ جامعہ دارالعلوم کراچی

عنوان	تبویب	

فتویٰ مع رجسٹر

[تملیک کی دوسری ضرورت کا حل]

مال زکوٰۃ مدرسہ کی ملک میں آنے کے باوجود اس مال کو مصارف زکوٰۃ میں خرچ کرنا ضروری ہے کبھی بلکہ عموماً مدارس میں اموال زکوٰۃ کو غیر مصارف میں خرچ کرنے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے جس کیلئے حیلہ تملیک کی ضرورت پڑتی ہے۔ فقہاء کی عبارات اور اکابر کے تعامل سے اس کی چار صورتیں سمجھ آتی ہیں۔ ان چار صورتوں میں سے ہر صورت سے الگ الگ بحث کی جاتی ہے تاکہ تمام صورتوں کے منافع ومفاسد معلوم ہو کر احوط صورت کی تعیین ہو سکے۔

[حیلۂ تملیک کی صورت نمبر ۱]

تملیک کا معروف حیلہ یہ ہے کہ فقیر کو مال زکوٰۃ دے دیا جائے اور اسے کہا جائے کہ اس مال کے آپ مالک ہیں آپ اپنی طرف سے اسے فلاں کار خیر میں صرف کر دیں

اس میں درج ذیل مفاسد ہیں

مفسدہ نمبر ۱: عموماً یہ لین دین ہزل ہوتا ہے تملیک وتملک مقصود نہیں ہوتا۔ مہتمم اور فقیر دونوں فقیہ ہوں اور ہزل وجد کا فرق خوب سمجھتے ہوں تو ہزل سے بچ سکتے ہیں ورنہ مشکل ہے

یہ ہزل والا مفسدہ کلی نہیں عمومی ہے ہزل کی علامت یہ ہے کہ فقیر اگر مطلوبہ مصرف میں خرچ نہ کرے تو اتنے سے ایسا رنج ہوگا جیسے مدرسہ کی رقم غصب کرنے پر ہوتا ہے (جبکہ حقیقت میں مدرسہ کا کوئی نقصان نہیں کیا بلکہ اپنا مال اپنے پاس رکھا ہے) اگر فقیر سے پیشگی مال کار خیر میں صرف کرنے کا وعدہ لے لیا جائے اور پھر وہ اس مصرف میں خرچ نہ کرے تو صرف وعدہ خلافی کا رنج ہونا چاہیے لیکن یہاں اس سے بڑھ کر مدرسہ کی رقم ضائع کرنے کا رنج ہوتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ تملیک مقصود نہیں اور فقیر کو بھی یہ مال اپنے دیگر مصارف میں خرچ کرنے کا ایسا حوصلہ نہیں ہوتا جیسا کہ اس مالک کو ہوا کرتا ہے جو اپنی ذاتی مدرسہ کو دینے کا پختہ ارادہ اور وعدہ کرنے کے باوجود اپنے آپ میں اس مال کو دوسرے اپنے مصارف میں خرچ کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ تملک مقصود نہیں ہوتا تملیک وتملک دونوں ہزل ہیں

مفسدہ نمبر ۲: بسا اوقات مہتمم غیر طلباء سے تملیک کراتا ہے مہتمم وکیل عام نہیں ہے اس کی وکالت مقیدہ ہے غیر طلباء کو دینے سے خلاف توکیل لازم آیا

لیکن یہ مفسدہ نظر انداز کرنے کے قابل ہے کیونکہ زکوٰۃ دہندہ کے دو مقصد ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہماری زکوٰۃ ادا ہو جائے دوم یہ کہ اتنی رقم مدرسہ کے مصارف میں خرچ ہو جائے تملیک کے بعد مدرسہ میں خرچ ہونے کی صورت میں زکوٰۃ دہندہ کو اگر تملیک کی اس صورت کا علم بھی ہو جائے تو اسے عموماً اعتراض نہیں ہوتا

مفسدہ نمبر ۳: اس طریق میں مدرسہ کی رقم خطرہ میں ڈالنا ہے کیونکہ فقیر جب مالک بن گیا تو اگر وہ رقم مدرسہ کو نہ دے اور وعدہ سے بھی منحرف ہو جائے تو مدرسہ کی رقم اس سے حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں (واپس آنے کا سو فیصد یقین اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ فقیر کو احساس تملک نہ ہو فقیر کو احساس تملک بھی ہو اور دیانتدار بھی ہو تو رقم واپس

رجسٹر نقل فتاویٰ جامعہ دارالعلوم کراچی

نام و پتہ مستفتی

آنے کا ظن غالب ہو سکتا ہے یقین نہیں ہو سکتا جیسے کوئی دیانتدار آدمی اپنی مکسوبہ رقم دینے کا وعدہ کرلے تو اس کی طرف سے عذر کا احتمال رہتا ہے)

اگر یہ طالب العلم فقیر ہے تو تملیک کرائی تو مدرسہ میں رقم واپس نہ آنے کی صورت میں مدرسہ کی رقم غیر مصارف مدرسہ میں صرف ہو گئی جس کا مہتمم مجاز نہیں اور اگر مدرسہ کے طالب علم سے کرائی تو چونکہ بڑی رقم کسی طالب العلم کو یکمشت دینے کا عموماً قانون نہیں ہوتا اگر طالب علم یہ رقم مدرسہ میں واپس نہ کرے تو قانون مدرسہ کے خلاف ہوا اور مہتمم مصارف مدرسہ میں بھی قوانین وضعیہ یا عرفیہ کے مطابق خرچ کرنے کا پابند ہے

مفسدہ نمبر ۴: جب مال زکوٰۃ فقیر کو دے دیا تو وہ اب مالک بن گیا اب اس کی طیب خاطر کے بغیر اس کا چندہ برائے مدرسہ حلال نہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اور ایک خرابی اس میں یہ ہے کہ وہ مجبور ہو کر پھر واپس کر دیتا ہے تو وہ دینا اس کا بطیب خاطر نہیں ہوتا جو کہ حلت مال کی شرط ہے۔ غرض لینا دینا دونوں قواعد کے خلاف ہیں۔ بعضوں کو شبہ ہو جاتا ہے کہ شرع تو ظاہر پر ہے تو خوب سمجھ لو اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ باطن کی تفتیش مت کرو لیکن اگر بلا تفتیش باطن کی اطلاع ہو کر یہاں تملیک کی نیت نہیں اور طیب خاطر نہیں تو شرع نے کب کہا ہے کہ اب بھی باطن کا اعتبار مت کرو؟ اگر یہ نہ ہوتا تو بنص حدیث جو حلت مال کیلئے طیب نفس شرط لگایا گیا ہے جو کہ امر مبطن ہے یہ بے معنی ہوتا" (اصلاح انقلاب امت ج ۱ ص ۱۵)

جس سے تملیک کرائی جائے گی ظاہر ہے کہ وہ فقیر ہو گا جس کی کئی ضروریات رکی ہوئی ہوں گی فقیر کو احساس تملک بھی ہو اور اپنی ضروریات کو روک طیب نفس سے مال مدرسہ کو دے دے یہ بعید سی بات ہے یہ کام تو صرف وہی کر سکتا ہے کہ جس میں سخاوت سے بڑھ کر جذبۂ ایثار ہو حدیث شریف میں دوسرے کے مال کی حلت کیلئے طیب نفس کی شرط لگائی گئی ہے طیب عقل کی شرط نہیں لگائی گئی اس لیے اگر کوئی آدمی عقلی طور پر مال خرچ کرنے پر رضامند ہو لیکن مال دینے کو جی نہ چاہتا ہو تو مال حلال نہیں (تبلیغ دین ص ــــــ)

مفسدہ نمبر ۵: اگر فقیر کو زکوٰۃ دینے سے پہلے مصارف مدرسہ میں خرچ کرنے کا کہہ دیا تو توکیل ہو جائے گی اور تملیک نہیں رہے گی

درمختار میں تملیک کے اس حیلہ کو ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے

"وقد منا ان الحیلۃ ان تتصدق علی الفقیر ثم یامر بفعل ھذہ الاشیاء وھل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاھر نعم"

(الدر المختار علی حاشیۃ الطحطاوی ج ۱ ص ۴)

علامہ طحطاوی ۔۔ فرماتے ہوئے کہ

رجسٹر نقل فتاویٰ جامعہ دارالعلوم کراچی

فتویٰ نمبر مع رجسٹر نمبر	تبویب	عنوان

"افاد بثم کما وقع التعبیر بہ فی البحر والنھر تاخر الامر عن نیۃ التصدق اما اذا امرہ اولاً یکون وکیلا عنہ فی الدفع فلا یجزی عنھا" ([illegible])

مطلب یہ کہ اگر فقیر کو زکوۃ دینے سے پہلے اگر کہہ دیا کہ تم نے یہ مال فلاں کار خیر میں خرچ کرنا ہے تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی کیونکہ فقیر مال وصول کرتے وقت اپنے آپ کو مالک نہیں سمجھے گا بلکہ وکیل سمجھے گا توکیل کی وجہ سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو نقل کرکے اس پر اشکال کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ توکیل کو اداءِ زکوۃ کے منافی کہنا صحیح نہیں کیونکہ معطی کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا چنانچہ اگر معطی زکوۃ کو قرض یا ھبہ کہے اور نیت زکوۃ کی ہو تو زکوۃ ادا ہو جائے گی۔ ایسے یہاں پر الفاظ توکیل کے باوجود نیت زکوۃ کی وجہ سے زکوۃ ادا ہو جائے گی وفصلہ

"وفی التعبیر بثم اشارۃ الی انہ لو امرہ اولا لا یجزی لانہ یکون وکیلا عنہ فی ذلک وفیہ نظر لان المعتبر نیۃ الدافع ولذا جازت وان سماھا قرضا او ھبۃ فی الاصح کما قدمنا فافھم"

(رد المحتار ج۲ ص۳۴۵)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ شامی کی اس بات کو رد فرمایا ہے حضرت کی بات کا مفہوم یہ ہے کہ توکیل کو قرض وھبہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ قرض وھبہ تملیک کی قسم ہیں اور توکیل تملیک نہیں ہے زکوۃ میں تملیک ضروری ہے قرض وھبہ چونکہ تملیک پر دلالت کرتے ہیں اس لیئے یہ الفاظ بول کر زکوۃ کی نیت صحیح ہے الفاظ ونیت میں صرف جہتِ تملیک کا فرق ہوا نفسِ تملیک دونوں میں ہے اور توکیل منافیِ تملیک ہے اس لیے توکیل کے الفاظ بول کر اداءِ زکوۃ کی نیت صحیح نہیں اور صاحب درمختار نے ثم کے لفظ سے جس چیز کی طرف اشارہ کیا ہے وہ صحیح ہے حضرت تھانوی کی عبارت یہ ہے۔

"ان التملیک رکن الزکوۃ ولم یوجد فی التوکیل بخلاف القرض والھبۃ فانھا تملیک وان اختلف الجھۃ وعسی ان یکون قولہ (ای قول ابن عابدین) فافھم اشارۃ الی ذلک"

(امداد الفتاویٰ ج۲ ص۱۳)

امداد الفتاویٰ کے حاشیہ میں حضرت تھانویؒ کی بات سے اختلاف کیا گیا ہے حضرت تھانویؒ کی بات کا حاصل یہ ہے کہ علامہ شامی نے امر بالتصدق کو توکیل تسلیم کرکے توکیل کو قرض وھبہ پر قیاس کیا ہے محشی کی بات کا حاصل یہ ہے کہ علامہ شامی نے محض الفاظِ توکیل کی وجہ سے توکیل کو تسلیم نہیں کیا بلکہ جہت اعطاء میں دافع کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے یہاں دافع کا مقصد توکیل نہیں گو الفاظ توکیل کے ہیں نیت توکیل نہ ہونے کی وجہ سے توکیل نہ ہوگی جیسے تصریح اقراض وھبہ کے باوجود دافع کی طرف سے نیت اقراض وھبہ نہ ہونے کی وجہ سے اقراض نہیں ہوتا علامہ شامی توکیل کو ھبہ پر قیاس نہیں کر رہے بلکہ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ قرض وھبہ کے الفاظ کے خلاف نیت ہونے کی وجہ سے جیسے الفاظ کا اعتبار ساقط ہو جاتا ہے اور تصریحِ قرض کے باوجود قرض نہیں بنتا ایسے ہی الفاظ توکیل کے خلاف نیت دافع ہونے کی وجہ سے الفاظ کا اعتبار ساقط ہو کر توکیل [illegible] متحقق نہیں ہوگی توکیل کے معنی کے غیر معتبر ہونے کو قرض وھبہ کے معانی کے غیر معتبر ہونے پر قیاس کرنا [illegible] ہے

عنوان	تبویب	مضمون سوال وجواب	نام وپتہ مستفتی	تاریخ نقل فتاویٰ	فتویٰ نمبر مع رجسٹر نمبر

والعلامۃ المحشی کان المعتبر نیۃ الدافع

حاشیہ امداد الفتاویٰ کی عبارت یہ ہے:

"وعندی ان نظرھم لانا غیر متجہ لأن القول العلامۃ المعتبر نیۃ الدافع منع لقول المستدل انہ یکون وکیلا عنہ فی ذالک والحاصل انا لانسلم ان یکون وکیلا عنہ لأن المعتبر نیۃ الدافع والمفروض انہ نوی الاعطاء وان لم یلحص بالأخذ فلایرد علیہ ان التملیک رکن الزکوۃ ولم یوجد فی التوکیل الخ لان الظاھر من ھذہ العبارۃ انہ طال بقائہ فھم من عبارۃ الشامی ان العلامۃ سلم کونہ توکیلا ولیس کذلک کما لا یخفی"

(امداد الفتاویٰ ج۲ ص۱۳)

علامہ رافعی رح فرماتے ہیں کہ اداء زکوۃ سے قبل امر بالتصدق کی صورت میں فقیر اپنے آپ کو مال کا مالک نہیں سمجھے گا بلکہ آمر کا امر پورا کرنے کیلئے وصول کرلیگا۔ تملیک کیلئے تملک ضروری ہے یہاں تملک نہ پائے جانے کی وجہ سے تملیک نہیں پائی گئی اگر امر بالتصدق کے بعد زکوۃ کی تصریح کردے تو زکوۃ ادا ہوجائیگی۔ ونصہٗ

"بل الظاھر عدم الاجزاء بمجرد نیۃ المزکی لعد الامر لان المدفوع الیہ لم یوجد منہ التملک بل اخذ المال علی انہ للآمر فلم یوجد رکنھا وھو التملیک والتملک نعم لو صرح لہ بھا لعد الامر وقبل منہ تصح"

(تقریرات رافعی ج۲ ص۱۴۰)

حضرت تھانوی رح اور علامہ رافعی رح کی باتوں کا حاصل یہ ہے کہ اداء زکوۃ سے قبل امر بالتصدق کی صورت میں زکوۃ اداء نہیں ہوگی حضرت تھانوی کے نزدیک عدم تملیک کی وجہ سے اور علامہ رافعی کے نزدیک عدم تملک کی وجہ سے لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ امر بالتصدق کے بعد خاموشی سے فقیر کو بنیت زکوۃ مال دے دے اگر امر بالتصدق کے بعد معطی یہ تصریح کردے کہ آپ کو مالک بنا رہا ہوں آپ بحیثیت مالک ہونے کے اپنی طرف سے فلاں کار خیر میں صرف فرمادیں تو تملیک وتملک دونوں پائے گئے تملیک کے تحقق کے بعد توکیل کا احتمال نہیں رہا اس لئے کہ توکیل آمر کے مال میں ہوتی ہے یہاں تو تصریح بالتملیک سے مال آمر کی ملک سے نکل گیا

نیز اگر فقیر کو مال زکوۃ دینے سے قبل امر بالتصدق کے وقت کہہ دے کہ آپ اس مال کے مالک ہیں اس شرط سے میں آپ کو مالک بناتا ہوں کہ آپ نے فلاں کار خیر میں خرچ کرنا ہے اور فقیر قبول کرلے تو زکوۃ اداء ہوجائے گی کیونکہ شرط فاسدہ سے صدقہ اور ھبہ باطل نہیں ہوتا (کذا فی الشامی فی باب مصارف الزکوۃ)

خلاصہ یہ کہ پہلے طریقہ سے تملیک صحیح اور دیگر مصارف میں خرچ کرنا اسوقت درست ہوگا جب کہ مندرجہ ذیل امور پائے جائیں لیکن ضیاعِ مال کا احتمال قوی یا ضعیف پھر بھی رہے گا

ا۔ معطی اور فقیر دونوں تملیک وتملک کی حقیقت اور ہزل وجد کا فرق سمجھتے ہوں

ب۔ واقعۃً تملیک و تملک مقصود ہو

ج۔ فقیر سے یہ توقع ہو کہ اپنی ضروریات کی قربانی دیکر بطیب خاطر مالِ مذکور مصارف میں خرچ کریگا

د۔ اداءِ زکوٰۃ سے قبل مدرسہ کے مصارف میں خرچ کرنے کا حکم دینے کی صورت میں تملیک کی تصریح کردے لیکن جب فقیر کو احساسِ تملک ہوگا تو یہ احتمال بھی قوی ہوگا کہ فقیر رقم مدرسہ کو نہ دے تعریض للخطر سے اسی وقت بچا جاسکتا ہے جب فقیر کو احساسِ تملک نہ ہو غرض احساسِ تملک اور تعریض للخطر سے بچاؤ دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔ حیلۂ تملیک کی اس صورت میں اور مفاسد سے بچا جاسکتا ہے لیکن تملیک کے صحیح ہوتے ہوئے تعریض للخطر سے بچنا مہتمم کے اختیار میں نہیں

تملیک کی صورت نمبر ۲

تملیک کی ایک صورت حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ نے لکھی ہے جس کی تفصیل حضرت ہی کے الفاظ میں یہ ہے

"اگر کہیں ایسے ہی موقع پر زکوٰۃ سے امداد کرنے کی ضرورت ہو اسکی ایک تدبیر جو کہ بالکل قواعد کے مطابق ہے یہ ہے کہ کسی مسکین کو مشورہ دیا جائے کہ تم دس روپے مثلاً کسی سے قرض لیکر فلاں مسجد کو دے دو یا فلاں مسجد و مدرسہ میں دے دو ہم تمہاری اعانت ادا قرض میں کرائیں گے جب وہ مسکین وہاں دے دے تم اس مسکین کو دس روپے زکوٰۃ میں دیدو پھر اس سے اس کا قرضخواہ وصول کر لیگا اس میں مسکین کو دینا بھی حقیقتاً ہوا اور اس مسکین پر صدقہ دینے میں جبر بھی نہ ہوا کیونکہ وہ آزاد ہے خواہ قبول کرے یا نہ کرے بخلاف حیلۂ تملیک کے کہ اگر وہ مسکین موافق تعلیم کے نہ دے تو کدورت بلکہ نزاع واقع ہو جائے اور ہر چند کہ بعد مل جانے اس روپیہ کے قرضخواہ اس سے جبراً لے سکتا ہے مگر قرض تو حق واجب ہوگیا ہے اور اس میں جبر جائز ہے اور چونکہ وہ روپیہ حقیقتاً اس فقیر کا ہوگیا اس لیے اسکو جبراً اپنے قرض میں لے لینا سہل ہے جیسے اس مسکین کے پاس خاص اس کا مکسوبہ ہوتا اور اس کو جبراً لینا جائز تھا"

(اصلاح انقلاب امت حصہ اول صفحہ ۱۵۰)

اس صورت میں خلجان نمبر ۱ تملیک کی پہلی صورت کے بیشتر مفاسد اس میں نہیں ہیں اور فقہی قواعد کے اعتبار سے ایسی بے غبار معلوم ہوتی ہے کہ اسے حیلہ کہنا ہی درست معلوم نہیں ہوتا لیکن کثرتِ استعمال سے اس میں بھی ہزل کا شائبہ نظر آتا ہے خصوصاً جبکہ مہتمم خود مقروض ہو اور قرض دیکر مدرسہ کیلئے وصول کرے اور پھر مہتمم ہی مالِ زکوٰۃ ادا کرے اور یہ سارا معاملہ ایک ہی مجلس میں مکمل ہو جائے اس صورت میں ہزل کا پہلو فقہی قواعد کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ کثرتِ استعمال سے ذوقاً سمجھا جاتا ہے جیسے فقہاء نے تملیک کی پہلی صورت پر کلام کرتے ہوئے ہزل والا اشکال نہیں کیا کیونکہ اس زمانہ حیلۂ تملیک شخصی ضروریات

رجسٹر نقل فتاویٰ جامعہ دارالعلوم کراچی

سوئی نمبر مع رجسٹر نمبر	تاریخ نقل فتاویٰ	نام و پتہ	عنوان

کیلئے کبھی کبھار کرنا پڑتا تھا زکوٰۃ میں حیلہ پر عام عمل نہیں تھا اس لئے فقہاء کو
اس میں ہزل کا پہلو نظر نہیں آیا اس حیلہ کے مدارس میں رواج کے بعد ہمارے قریب
کے فقہاء حضرت تھانوی وغیرہ نے ہزل والا اشکال کیا ہے خالص فقہی قواعد
کو دیکھتے ہوئے امداد الفتاوی کے حاشیہ میں حیلۂ تملیک کی مروجہ صورت
میں ہزل کا انکار کیا گیا ہے تملیک کی اس دوسری صورت میں بھی قواعد کے اعتبار
سے قباحت کمال محسوس نہیں ہوتا بعض مدارس میں اس صورت کو احوط سمجھتے ہوئے اختیار
کیا گیا تو کثرت استعمال سے ذوقاً اس میں بھی ہزل محسوس ہوا اور ذوقی کی تعبیر مکمل تو
مشکل ہے لیکن کسی درجہ میں اس احساس کو الفاظ سے بیان کیا جاتا ہے

جب مسکین اہل مدرسہ سے قرض لیتا ہے تو اسے قرض لیکر اپنے مالک ہونے
کا احساس نہیں ہوتا جیسا کہ اس مستقرض کو ہوتا ہے جو کسی مدرسہ کی امداد کرنا چاہیے
لیکن فی الحال اس کے پاس مال نہیں چند دنوں تک مال آنے کی قوی توقع ہوتی ہے
اس توقع کی بناء پر وہ مدرسہ کے تعاون کیلئے قرض لیتا ہے اب قرض لینے کے بعد
مدرسہ کو دینے سے پہلے اگر اس کو کوئی ہنگامی ضرورت پیش آجائے تو وہ قرض
والی رقم کو اپنا مال سمجھ کر مطمئن ہے کہ میں اس مال سے اپنی ضرورت پوری کر سکتا ہوں
اور وہ رقم مدرسہ کو دینے کی بجائے بڑے اطمینان سے رقم اپنے مصارف میں خرچ کر
لیتا ہے مدرسہ کے قرض فنڈ سے حیلۂ تملیک کیلئے قرض لینے والا اپنے کو ایسا
مالک نہیں سمجھتا تو معلوم ہوا کہ مسکین قرض میں حاصل شدہ مال کو اپنا مال نہیں سمجھتا

جب ایک ہی مجلس میں اس حیلۂ تملیک کو مکمل کیا جاتا ہے تو اس کی
حقیقت یہ ہوتی ہے کہ مہتمم مسکین کے سامنے تین خانے کر دیتا ہے ایک خانہ
میں زکوٰۃ کی رقم پڑی ہوتی ہے دوسرے میں غیر زکوٰۃ کی بمد قرض رقم ہوتی ہے اور تیسرے خانہ
ایسا ہے کہ جہاں سے مدرسہ والوں نے رقم لیکر غیر مصارف زکوٰۃ میں خرچ کرنی ہوتی ہے
لیکن اس خانہ میں رقم نہیں ہوتی یا ہوتی ہے لیکن ضرورت سے کم ہوتی ہے تو مہتمم مسکین کو
دوسرے خانے کی رقم اٹھا کر دیتا ہے وہ مسکین لیکر تیسرے خانے میں رکھ دیتا ہے
پھر مہتمم پہلے خانہ کی رقم مسکین کو دیتا ہے تو وہ لیکر دوسرے خانے میں رکھ دیتا ہے
مسکین اپنی حیثیت صرف اتنی سمجھتا ہے کہ میں بوجہ اللہ مال کو ادھر سے ادھر کر رہا ہوں
درمیان میں مسکین کو اپنے مالک ہونے کا یا اپنی طرف سے مدرسہ کے تعاون کا احساس
نہیں ہوتا

جب اس طریقہ سے حیلہ کیا جاتا ہے تو بعض اوقات مسکین پر استہزائی مسکراہٹ
محسوس کی گئی جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے کو سامنے پڑی ہوئی رقموں کو ادھر
سے ادھر کرنے والا سمجھتا ہے

ہزل کے اس مشابہہ سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ مسکین اپنے
حلقۂ واقفیت سے قرض لے اور مدرسہ کا تعاون کردے دوسری مجلس میں مہتمم صاحب
اسے مال زکوٰۃ دیدیں اور اس حیلہ کو احیاناً استعمال کیا جائے لیکن اہل مدارس
حیلہ سے بکثرت کام لیتے ہیں اور ایک ہی مجلس میں سارا کام کرنا چاہتے ہیں
اور یہ عجلت صحیح معاملہ کو ہزل تک پہنچا دیتی ہے مال کی نوعیت کو بدلنا

رجسٹر نقل فتاوی جامعہ دار العلوم کراچی

عنوان	تبویب	مضمون سوال وجواب	نام و پتہ مستفتی	تاریخ نقل فتاوی	فتوی نمبر مع رجسٹر نمبر

(۱۷)

بڑا کام ہے اس میں صبر آزما مرحلہ سے گذرنے کی ضرورت ہے اس حیلہ تملیک
میں بھی اگر مقروض، مستقرض، زکوۃ دہندہ الگ الگ اشخاص ہوں اور مختلف
مجالس میں مختلف کام ہو تو حیلہ کو ہزل سے دور کیا جاسکتا ہے

خلجان نمبر ۲ ایک خلجان اس صورت میں یہ ہے کہ اس حیلہ سے جب مدرسہ کام
لیگا تو اس مقصد کیلئے مدرسہ ایک فنڈ مقرر کرے گا جس سے قرض دیا جائے
گا لیکن یہاں سے قرض لیکر اپنے مصارف میں بھی لگا سکتا ہے کچھ عرصہ اپنے
کام میں لا کر مدرسہ کو دے اس سے مدرسہ کی رقم مصارف مدرسہ سے باہر
صرف ہوتی رہے گی یہ خدشہ ہر اس معتبر شخص سے ہو سکتا ہے جو قرض
کی رقم کا اپنے آپ کو مالک سمجھے البتہ جو فقیر اپنے آپ کو قرض کی رقم کا
مالک نہ سمجھے اور اس میں مالکانہ تصرف نہ ہو اس سے اس قسم کا خدشہ نہیں لیکن اس سے
مقصد حیلہ پورا نہیں ہوگا

اس طریقہ میں ایک اشکال: تملیک کی یہ صورت نقد میں بآسانی چل سکتی ہے اجناس
میں مشکل و طویل ہے جبکہ مدارس میں اس کی بھی بکثرت ضرورت پیش آتی رہتی ہے —
زکوۃ غیر نقد اشیاء کی صورت میں آجاتی ہے بکرے عموماً نذر کے ہوتے ہیں
اجناس میں اس طریقہ سے حیلہ تملیک کی صورت یہ ہے کہ بعد زکوۃ آئی
ہوئی جنس کی قیمت لگائی جائے فقیر سے کہا جائے کہ اتنی رقم لیکر مدرسہ کو عطیہ
دیدو پھر وہ جنس فقیر کو دیدی جائے فقیر وہ جنس مدرسہ والوں کو نقد کے عوض فروخت
کردے اور مبیع کے عوض میں ملنے والی رقم سے قرضہ ادا کر دے۔

حیلہ کے بارہ میں عوام کا ذہن اور حیلہ تملیک پر اس کا اثر

عوام حیلوں کی حقیقت کو نہیں سمجھتے وہ سب حیلوں کو ہیر پھیر کہتے
ہیں ربا سے بچنے کے صحیح اور بے غبار حیلوں کے بارہ میں بھی کہدیتے ہیں کہ کیا
فرق ہوا بات تو وہی ہے عوامی ذہن کا اثر معاملات کے احکام دنیا پر تو نہیں پڑتا (گو غیر ربا
کو ربا سمجھ کر معاملہ کرنے سے گناہ گار ہوں) لیکن حیلہ تملیک کو اگر خالی از حقیقت
ہزل محض سمجھ کر معاملہ کریں گے تو تملیک و تملک کے نہ ہونے کی وجہ سے احکام ظاہرہ پر بھی اس کا
اثر پڑے گا اور زکوۃ ادا نہیں ہوگی

رجسٹر نقل فتاویٰ جامعہ دارالعلوم کراچی

فتویٰ نمبر مع رجسٹر نمبر	تاریخ نقل فتاویٰ	نام و پتہ مستفتی

(۱۱)

تملیک کی تیسری صورت

تیسری صورت یہ ہے کہ مستحق زکوٰۃ طلباء کو کثیر نقد رقم دے کر ان سے اخراجات وصول کر لیئے جائیں مستحق کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ جس جگہ بیٹھ کر بڑے طلباء کو وظیفہ دیا جائے وہاں جلی حروف میں لکھ کر یہ لٹکا دیا جائے کہ

"یہاں زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے مال سے وظائف دیئے جاتے ہیں"

اس طرح مستحق کی پہچان کیلئے زیادہ چھان بین کی ضرورت نہیں غیر مستحق ہونے کی صورت میں وضاحت کرنا خود طالبعلم کا کام ہوگا

چھوٹے طلباء سے تحقیق کا طریقہ یہ ہو کہ ایک فارم پر نابالغ کے مستحق زکوٰۃ ہونے یا نہ ہونے کا ضابطہ شرعیہ لکھ کر والد سے دریافت کر لیا جائے کہ اس ضابطہ کے مطابق آپ کا بچہ مستحق زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ ایسے فارم کے ذریعہ سے بڑے طلباء سے بھی استفسار کیا جا سکتا ہے

یہ طریقہ کار حیلہ نہیں بلکہ براہ راست ادائیگی زکوٰۃ ہے البتہ اس میں انتظامی مشکلات ہیں

مشکل نمبر ۱: مدارس میں اجناس جیسے آٹا، چاول، چنے، چینی، بکرے اور گھی وغیرہ بھی آتے ہیں نقد رقوم تو وظیفہ کے طور پر بھی دے سکتے ہیں اجناس طلباء کو دینے میں مشکلات ہیں مثلاً مطبخ کیلئے بمد زکوٰۃ آٹا آئے یا بمد عشر گندم آئے تو طلباء کو دینے کا کوئی فائدہ نہیں روٹی پکانے میں یہ مشکل ہے کہ تمام طلباء مستحق زکوٰۃ نہیں۔ نیز جن مدارس میں طلباء کو کھانا تقسیم کرنے کی بجائے یکجا بٹھا کر بصورتِ اباحت دیا جاتا ہے اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی

مشکل نمبر ۲: اس صورت میں طلباء کو مدرسہ کے نظام میں دخیل ہونے کی جرأت پیدا ہوگی کیونکہ جب طلباء دارالاقامہ میں رہائش کا کرایہ دیں گے اور تعلیم کی فیس اور کھانے کی قیمت ادا کریں گے تو اساتذہ کو اپنا ملازم سمجھیں گے امور مطبخ میں اپنے کو اصل اور منتظمین مدرسہ کو اپنا وکیل قرار دیں گے دارالاقامہ کے قواعد کو اپنی جیب خاص سے کرایہ پر حاصل کردہ رہائش میں بیجا مداخلت تصور کریں گے

اس مشکل کے وجود و عدم کا صحیح علم تو تجربہ سے ہو سکتا ہے نیز اس کا تعلق اہتمام کی مضبوطی و نرمی سے ہے بظاہر اس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا کیونکہ جہاں طالبعلم تمام اخراجات ادا کر رہا ہے وہاں مدرسہ بھی کثیر رقم طالب علم کو دے رہا ہے اس مشکل میں اسطرح تقلیل بھی ہو سکتی ہے کہ تعلیمی فیس اور دارالاقامہ کا کرایہ طلباء سے وصول نہ کیا جائے صرف کھانے کی وصول کی جائے

غیر صدقات کی مد میں آئی ہوئی رقوم سے اساتذہ کی تنخواہیں و دیگر غیر مصارف زکوٰۃ پورے کیے جائیں۔ نیز اگر طلباء کو زیادہ وظیفہ دیکر کھانے کی قیمت لاگت سے زیادہ وصول کی جائے تو غیر مصارف زکوٰۃ کیلئے مزید رقوم مہیا ہو سکتی ہیں۔

رجسٹر نقل فتاویٰ جامعہ دار العلوم کراچی

عنوان	تبویب	مضمون سوال وجواب	نام و پتہ مستفتی	تاریخ نقل	فتوی نمبر مع رجسٹر نمبر

[کھانے کی قیمت وصول کرنے کی دو صورتیں]

طلباء سے کھانے کی قیمت وصول کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ① طلباء سے آنے والے ماہ کے کھانے کے انتظام کیلئے رقوم وصول کر کے ان کی طرف سے منتظمین مدرسہ کھانے کا انتظام کریں ② مدرسہ میں آئے ہوئے عطیات کی رقم سے کھانا تیار کر کے طلباء کو فروخت کیا جائے پہلی صورت میں مطبخ کے انتظامات میں طلباء اصل ہوں گے اور اہل مدرسہ وکیل ہوں گے مطبخ کے انتظامات میں طلباء کو دخل دینے کا حق ہوگا اور کھانے کی لاگت کا حساب کر کے بقایا رقم واپس کرنی ہوگی۔ دوسری صورت میں طلباء تیار شدہ کھانے کے خریدار ہوں گے اور امور مطبخ میں دخل دینے کا حق نہیں ہوگا اور منافع کے ساتھ بھی فروخت کیا جا سکے گا۔

[تملیک کی چوتھی صورت]

تمام مستحق زکوٰۃ طلبہ مہتمم صاحب کو زکوٰۃ وصول کرنے اور مصارف مدرسہ میں خرچ کرنے کا اپنی طرف سے وکیل بنا دیں اس صورت میں مہتمم صاحب کے زکوٰۃ وصول کرتے ہی معطی کی ملک سے نکل کر متعین طلباء کی ملک میں آجائے گی اس طریقے توکیل سے پہلے مہتمم صاحب غیر معلوم الکمیت والکیفیت طلباء کے وکیل تھے جس سے مہتمم صاحب کے وصول کرنے سے زکوٰۃ معطین کی ملک سے نکل جاتی تھی متعین طلباء کی ملک میں نہیں آتی تھی طلباء کو زکوٰۃ دینے تک تملیک کا فریضہ مہتمم صاحب کے ذمہ رہتا تھا جبکہ توکیل کے بعد مہتمم صاحب معلوم الکمیت والکیفیت فقراء کے وکیل ہوں گے مہتمم صاحب کے زکوٰۃ وصول کرنے سے طلباء مالک ہو جائیں گے زکوٰۃ میں جو تملیک ضروری ہے وہ فریضہ بھی پورا ہو جائے گا

اس صورت میں تمام مستحق زکوٰۃ طلباء اموال زکوٰۃ کے مالک ہوں گے اموال زکوٰۃ خرچ ہونے سے پہلے ہر مستحق زکوٰۃ طالب علم اپنے مملوک مال کے مطالبے کا حق رکھتا ہے۔

نیز طالب علم کی وفات کی صورت میں میراث بھی جاری ہوگی

نیز یہ توکیل نابالغوں کی طرف سے نہ ہو اس لئے کہ نابالغ کسی کو وکیل بالاخذ بنا سکتا ہے وکیل بالاعطاء نہیں بنا سکتا

نیز مستحق زکوٰۃ طلباء کی ملک میں آنے والا مال بمقدار نصاب ہو جائے تو حولانِ حول کے بعد ان پر زکوٰۃ بھی فرض ہوگی

نیز مال جمع ہوتے ہوتے اتنا ہو گیا کہ ہر مستحق طالب علم کے حصہ میں بقدر نصاب مال آگیا تو سب کی طرف سے مہتمم صاحب کی اخذ مال کی توکیل ختم ہو جائے گی اس لئے طلباء مہتمم صاحب کو صرف وکیل بالاخذ نہ بنائیں بلکہ مہتمم صاحب کو اس چیز کا بھی وکیل بنائیں کہ وہ زکوٰۃ وصول کر کے طلباء کی طرف سے مدرسہ کو عطیہ دیدیں چنانچہ دار العلوم

رجسٹر نقل فتاوی جامعہ دارالعلوم کراچی

عنوان		تاریخ نقل	فتوی نمبر مع رجسٹر نمبر

کراچی کے داخلہ فارم کی عبارت یہ ہے:

"اخیر رئیس دارالعلوم ونائبہ ان یستلم اموال الزکوۃ والصدقات الواجبۃ وکیلا منی ثم ینفقھا فی مصارف الطلبۃ او یجعلھا وقفا علی دارالعلوم"

اردو والے فارم کی عبارت یہ ہے

"تا قیام دارالعلوم میری طرف سے صدر دارالعلوم کراچی کو یا جس کو وہ اجازت دیں اس کا اختیار ہوگا کہ زکوۃ وغیرہ کی رقم یا اشیاء وصول کر کے طلباء کی ضروریات طعام وقیام وتعلیم وغیرہ میں حسب صوابدید خرچ کریں یا دارالعلوم پر وقف کریں"

اس طرح روز کے روز اموال زکوۃ عطیات سے تبدیل ہوتے رہیں گے طلباء کی ملک میں آنے کے بعد ان کی ملک سے نکلتے رہیں گے اور طالب علم کو مطالبہ کا حق نہیں رہے گا اور ان کی ملک میں مال جمع نہ ہونے کی وجہ سے کوئی طالب علم غنی نہیں ہوگا مہتمم صاحب کیلئے لازم ہے کہ وہ مدرسہ کو مال زکوۃ ہبہ کرتے رہیں

تملیک کی احوط صورت

تملیک کی پہلی دو صورتیں ایسا حیلہ ہیں جن میں احتمال ہزل کے ساتھ اور مفاسد یا مشکلات ہیں تیسری اور چوتھی صورت میں حیلہ والا پہلو نہیں یا کمزور ہے اس لیئے آخری دو صورتیں احوط ہیں احوط ہونے کے ساتھ ان میں آسانی بھی ہے کہ حیلہ تملیک کیلئے کسی مسکین کی بار بار خدمات حاصل نہیں کرنی پڑیں گی اور مدرسہ میں بمد زکوۃ آنے والی بڑی رقوم کی مقدار راز میں رہ سکے گی۔ تیسری اور چوتھی صورت میں فرق یہ ہے کہ تیسری صورت میں طلباء کو وظیفہ دینے تک زکوۃ ادا نہیں ہوگی جس سے مدرسہ کے کئی کام رک کے رہ سکتے ہیں نیز اموال زکوۃ کو غیر زکوۃ کے ساتھ خلط کرنے کے جواز وعدم جواز کا مسئلہ بھی ہوگا چوتھی صورت میں مہتمم صاحب کے وصول کرتے ہی زکوۃ ادا ہو جائے گی اور وصول کر کے طلباء کی طرف سے مدرسہ کو عطیہ دینے کی صورت میں تمام اموال یکساں ہو جائیں گے خلط کے جواز وعدم جواز کا کوئی مسئلہ نہیں رہیگا نیز چوتھی صورت میں غیر نقد اشیاء کی تملیک تیسری صورت کی بنسبت اسہل ہے ماحصل یہ ہے کہ تملیک کی چوتھی صورت احوط و اسہل ہے

لیکن وہ مدارس جن میں نابالغ طلباء زیر تعلیم ہیں اور مطبخ کا نظام جاری نہیں وہاں تیسری اور چوتھی صورت سے تملیک مشکل ہے وہاں دوسری صورت سے تملیک کرائی جائے اور ماقبل میں مذکورہ تفصیل کے مطابق ہزل بننے سے اجتناب کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

[signature]

جامعہ اسلامیہ امدادیہ
گلشن امداد، ستیانہ روڈ
فیصل آباد

رجسٹر نقل فتاویٰ جامعہ دار العلوم کراچی

فتویٰ نمبر / نمبر رجسٹر	تاریخ نقل و ڈاک	نام و پتہ مستفتی	مضمون سوال / جواب	تبویب	عنوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Jamia
Darul Uloom Karachi
Karachi No. 14 Pakistan
Ph: 311217 Fax: 313535

جامعہ
دار العلوم کراچی
کراچی ۱۴ پاکستان
فون ۳۱۱۲۱۷

الرقم ________ التاریخ ________

مخدومی و مکرمی جناب مولانا مفتی محمد طیب صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر و عافیت ہوں گے

آپ کا مکتوب گرامی مع "مسئلہ تملیک زکوٰۃ" مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی مدظلہم کے نام ماہ رجب ۱۴۱۶ھ میں وصول ہوا تھا، حضرت والا نے دارالافتاء میں احقر کے پاس غور کر کے رائے لکھنے کے لئے فرمایا تھا احقر نے اور دارالافتاء میں بعض دیگر رفقاء نے اس پر غور کیا، ہماری رائے درج ذیل ہے:

"مسئلہ تملیک زکوٰۃ" کے تین عنوانات اور ان پر تفصیلی کلام اور تملیک کی چاروں صورتوں اور ان میں پائے جانے والے مفاسد اور فوائد کا مطالعہ کیا، ماشاء اللہ جواب درست ہے اور پوری تحقیق قابل قدر ہے، امداد الاحکام میں حضرت مولانا مفتی عبد الکریم صاحب اور امداد المفتین میں سیدی و مولائی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے موقف کے درمیان حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف سمجھنے میں جو تطبیق دی گئی ہے وہ بہت عمدہ ہے، اور تملیک کی چوتھی صورت کی ترجیح نہایت مناسب ہے۔

البتہ صفحہ ۱۹ پر کھانے کی قیمت وصول کرنے کے بارے میں ایک تیسری صورت اور اضافہ کیا گیا ہے جو بالکل بے غبار ہے اور بالفقہی مسلک ہے، اس پر آنجناب غور فرمالیں اور مناسب سمجھیں تو اضافہ فرمالیں۔

والسلام

دار الافتاء فتویٰ نمبر ____ مورخہ ____

محمد عبد المنان عفی عنہ
دارالافتاء دارالعلوم کراچی
۲۸/۱۰/۱۴۱۶ھ

بندہ عبد الرؤف سکھروی
دارالافتاء دارالعلوم کراچی
۲۸-۱۰-۱۴۱۶ھ

نائب مفتی دار العلوم کراچی

نائب مفتی دار العلوم کراچی

صفحہ نمبر 47

رجسٹر نقل فتاوی جامعہ دارالعلوم کراچی

فتوی نمبر مع رجسٹر نمبر	تاریخ نقل فتاوی	نام وپتہ مستفتی	مضمون سوال وجواب	تبویب	عنوان

الجامعۃ الإسلامیۃ الإمدادیۃ

گلشن امداد ○ سنبانہ روڈ ○ فیصل آباد - پاکستان

نمبر 42246

تاریخ ۲۰/۷/۱۴۳۶ھ

بخدمت اقدس محترم المقام جامع المحاسن

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ جناب والا بعافیت ہوں گے

مدارس میں زکوٰۃ کی تملیک کی عموماً ضرورت پیش آتی رہتی ہے مختلف حضرات کی طرف سے مدارس میں زکوٰۃ خرچ کرنے اور تملیک کے طریقہ کے بارے میں سوالات آتے رہتے ہیں اس ضرورت کے پیش نظر یہاں شرکائے دارالافتاء کے مشورہ سے احقر نے یہ مسئلہ قدرے تفصیل سے لکھا ہے رائے حاصل کرنے کیلئے جناب کی خدمت میں ارسال ہے

جناب والا سے گذارش ہے کہ تحریر ھذا کا مطالعہ فرما کر اپنی رائے گرامی تحریر فرما دیں مطلوب ہے

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ناچیز غیر ملکی طویل سفر پر جانے کیلئے پابہ رکاب ہے، جو غالباً رمضان کے بعد تک جاری رہے گا۔ اس لئے یہ تحریر دارالافتاء میں دے رہا ہوں، وہاں ان شاء اللہ بغور پڑھ کر وہ حضرات اپنی رائے تحریر فرما دیں گے۔

والسلام

[signature]

۲۳/۷/۱۴۳۶ھ

رجسٹر نقل فتاویٰ جامعہ دارالعلوم کراچی

فتویٰ نمبر مع رجسٹر نمبر	فتویٰ نمبر مع رجسٹر نمبر	تاریخ نقل فتاویٰ	نام و پتہ مستفتی	مضمون سوال وجواب	تبویب	عنوان
				۴۸۲ طلباء سے کھانے کی قیمت وصول کرنے کی ایک بے غبار تیسری صورت یہ ہے کہ طلباء سے کھانے کی قیمت بطور فیس وصول کیا جائے اور اس مقصد کے لئے مدِ زکوٰۃ وغیرہ میں سے ان کا ماہانہ وظیفہ بڑھا دیا جائے، اس طرح وظیفہ میں زکوٰۃ وغیرہ بے غبار ادا ہوگی اور پھر طلباء سے بطور فیس وصول ہو کر مدرسہ کی ملک ہوگی۔ کراچی میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ نیو ٹاؤن میں تقریباً اسی صورت پر عمل ہوتا ہے۔ بندہ عبدالرؤف عفی عنہ		